محمد جعفر شاہ پھلواروی

مہدئ اوّل

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اہلِ اسلام میں بعض ایسے تصورات نفوذ کر گئے ہیں جن کو اسلامی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں کہ ظاہری اسلام قبول کرنے والوں میں منافقوں کی تھوڑی بہت جماعت ہر دور میں رہی ہے۔ یہ کسی مفاد کی خاطر مسلمان ہوئے لیکن جس مذہب کو کوئی چھوڑ کر آیا وہ اپنے ساتھ کچھ غیر اسلامی تصورات بھی لایا۔ اور انھیں اسلامی رنگ دے کر مسلمانوں میں پھیلا دیا اور وہ تصورات رفتہ رفتہ اسلام کا جزو بن گئے۔ غیر اسلامی تصورات کو اہلِ اسلام میں پھیلانے کا ایک آسان نسخہ ابتدا میں یہ تھا کہ جو کچھ مناسب سمجھے وہ اچھے الفاظ میں کہہ دیا اور اسے منسوب کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ آنحضرت صلعم کا اسمِ نامی سنتے ہی بہ تقاضائے ایمانی اور فرطِ عقیدت سے مسلمانوں کی گردنیں جھک جاتیں اور وہ اسے فرمانِ رسول صلعم سمجھ کر بے چون و چرا قبول کر لیتے۔ یہ تو ائمۂ حدیث کا احسان ہے کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی و محنتِ شاقہ سے غلط اور صحیح کو ممتاز کر کے صحیح روایات کو اپنی تالیفات میں محفوظ کر لیا۔ تاہم وہ انسان تھے، ان کی کوششیں سعیٔ مشکور ہیں مگر انسانی تسامحات سے بالکل محفوظ رہنا ناممکن تھا۔ کچھ نہ کچھ چیزیں ایسی آ ہی گئیں جن کو اسلام کا جزو قرار دینا مشکل ہے۔ حیاتِ مسیح، نزولِ مسیح، ظہورِ مہدی، عقیدۂ امامت وغیرہ ہماری تحقیق میں ایسے ہی تصورات ہیں۔ اس وقت مقصود ظہورِ مہدی کا ذکر کرنا ہے جو در اصل عقیدۂ امامت ہی کا ایک جزو ہے۔ اس لیے پہلے

اسی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا چاہیے۔

قرآنی اصطلاح میں "امام" کا لفظ لیڈر کے لیے آتا ہے جس کے معنی ہیں راہنما، رہبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انی جاعلک للناس اماما (میں تمہیں تمام انسانوں کے لیے امام بناؤں گا) ایک پیغمبر بہرحال اپنی قوم کا اصلی لیڈر ہی ہوتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی ہے اسے بھی امام کہا گیا ہے۔

کتاب کو امام اس لیے کہا گیا کہ اسی کے ذریعے راہنمائی ہوتی ہے۔ نبی یا رسول کتاب کے بغیر نہیں ہوتا ــــــــــ اور کتاب رسول و نبی کے سوا اور کسی پر نہیں آتی۔ پھر دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اور دونوں ہی رہبر و امام ہیں۔

یہاں ایک بات صاف کر لینی چاہیے کہ نبوت سراسر وہبی ہوتی ہے اور کسب کو اس میں دخل نہیں ہوتا بخلاف اس کے امامت اکتسابی ہوتی ہے۔ یہ دعا تو ہمیں سکھائی گئی ہے واجعلنا للمتقین اماما (اے اللہ ہمیں ــ محض عوام ہی کا نہیں بلکہ ــ متقیوں کا امام بنا) لیکن اگر کوئی شخص یہ دعا کرے کہ واجعلنا من النبیین (اے اللہ ہمیں بھی نبی بنا دے۔ نعوذ باللہ من ذالک) تو اس کی جگہ صرف دماغی شفاخانے ہی میں ہو سکتی ہے۔ یہ فرق صرف اس لیے ہے کہ دعا صرف اس نعمت کی کی جاتی ہے جس میں انسانی اکتساب کو دخل ہو۔ امامت اکتسابی ہوتی ہے اس لیے اس کی دعا کرنی درست ہے مگر نبوت وہبی ہوتی ہے اس لیے اس کی دعا بھی درست نہیں۔

دوسرا فرق امامت و نبوت میں یہ ہے کہ نبی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور امامت کا دعویٰ نہیں کیا جاتا بلکہ امام کا کوئی کارنامہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اسے امام مان لیتے ہیں۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ دعوائے نبوت کے ماننے نہ ماننے پر ایمان و کفر کا انحصار ہوتا ہے۔ جو مانے گا وہ مومن ہوگا اور جو نہ مانے گا وہ کافر کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ بخلاف اس کے امامت نہ دعوے کی چیز ہے نہ اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ کوئی ابوحنیفہ یا ان کے استاد حضرت امام جعفر صادق

یا آغا خاں کو امام نہ مانے تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ حنفی یا شیعہ یا اسماعیلی نہ رہے گا لیکن اس کے مسلمان ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ نبوت ایک منصوص حقیقت ہے اس لیے اس کے اقرار و انکار پر کفر و ایمان کا دارومدار ہے لیکن امامت کوئی ایسا عہدہ نہیں جو منصوص من اللہ ہو۔ اگر وہ سیاسی امامت ہے تو قومی نظم و ضبط اور ڈسپلن کا ایک لازمی تقاضا ہے اسے تسلیم کر لینا۔ اگر علمی و فنی امامت ہے تو عقل و انصاف کا تقاضا ہے اسے مان لینا۔ اسی طرح اگر روحانی و اخلاقی امامت ہے تو اسے بھی احتراماً و انصافاً مان لینا چاہیے لیکن بہرحال اس پر کفر و ایمان موقوف نہیں۔ گاما پہلوان کشتی کا امام ہے۔ غزالی تصوف اور ابو حنیفہ فقہ عالی کے امام ہیں، ابن خلدون فن تاریخ کے امام ہیں، شیخ عبدالقادر جیلانی روحانیت کے امام ہیں۔ یہ ساری امامتیں ایسی ہیں کہ جن میں واقعیت ہے، صداقت ہے اور ان کو نہ تسلیم کرنے والا فرسودہ دماغ انسانی ہے۔ اگر وہ عناد اور ہٹ دھرمی سے ایسا کرتا ہے تو انصاف و عقل کا خون کرتا ہے اور اگر تحقیق سے کام لے کر انکار کرتا ہے تو وہ ایک خاص اجتہادی غلطی کرتا ہے۔ یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن وہ مسلمان ہی رہے گا کافر نہیں ہو گا۔ ان اماموں کو ماننا تقریباً ایسا ہی اعترافِ حقیقت ہے جیسے مارکونی کو ریڈیو کا اور آئن سٹائن کو نظریۂ اضافت کا موجد ماننا۔ اس پر کفر و ایمان کا انحصار نہیں۔

پانچواں فرق یہ ہے کہ کائنات کا ایک ایک فرد نبی کو نبی مانے یا سب کے سب انکار کر دیں نبی بہرحال نبی رہے گا۔ نبی سے نبوت کے عہدہ سے کوئی معزول نہیں کر سکتا [illegible] امام اپنی امامت سے معزول ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

چھٹا فرق یہ ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا لیکن امامت کا دروازہ قیامت تک کے لیے کھلا ہے۔ ایک ہی وقت میں مختلف شعبوں کے بہت سے آئمہ ہو سکتے ہیں اور ایک ہی فن کے بھی متعدد امام ہو سکتے ہیں۔

ساتواں فرق یہ ہے کہ اللہ، ملائکہ، کتب سماوی، انبیاء اور آخرت پر ایمان [illegible]

منصوص حقیقت ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں کل آمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسولہ ... یومنون باللہ والیوم الآخر ... وغیرہ لیکن امامت پر ایمان لانے کا کوئی ذکر بلکہ اشارہ بھی کتاب وسنت کی کسی نص میں موجود نہیں۔ نہ اہل سنت کے چار اماموں کا کوئی ذکر ہے نہ اسماعیلیوں کے چھ اماموں کا اور نہ اثنا عشریوں کے بارہ اماموں کا اس لیے یہ داخلِ ایمانیات ہی نہیں۔ یہ صرف ایک ذاتی ذوق ہے جو ان اکابر کی اعلیٰ کارگزاریوں کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے اور تجربہ وعقل اور انصاف اُن کی امامت کا فیصلہ دے دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا وجوہ سے میرا ذاتی طرزِ عمل یہ ہے کہ جہاں امام کہنے سے علمی وفنی اور جزوی امامت کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہو۔ وہاں یہ لفظ استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا لیکن جہاں اس لفظ سے وہ مخصوص تصورِ امامت پیدا ہوتا ہو کہ یہ امام نبی کی طرح منصوص من اللہ ہے داخلِ ایمانیات ہے۔ نبی کی طرح معصوم اور صاحبِ الہام ہے اور اس کا فرمان آخری حجت ہے، وغیرہ وغیرہ تو ایسی جگہ میں لفظ امام استعمال کرنے سے احتیاط ضروری تصور کرتا ہوں۔ ایسا تصورِ امامت نبوت کی نقیض ہے یا یوں کہیے کہ باب نبوت کھولنے کے مترادف ہے۔ ان اکابر امت کو امام کہتے وقت خواہ ہمارے ذہن میں وہ مخصوص کلی تصورِ امامت نہ ہو بلکہ امام سخاوت، امام علم اور امام شجاعت ہی کا محدود اور جزئی تصورِ امامت ہو لیکن اس سے احتیاط اسی طرح لازم ہے جس طرح انظرنا کی بجائے راعنا کہنے سے۔ راعنا کہنے والے مسلمانوں کے دل استہزا کے تصور سے بالکل خالی تھے لیکن چونکہ اس میں اہانت واستہزا کا پہلو پیدا ہوتا تھا اس لیے اس لفظ کے استعمال سے روک دیا گیا۔ لفظ امام میں بھی اس احتیاط کو ملحوظ رکھنا قیاس صحیح ہے۔ قیاس مع الفارق نہیں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عجم میں جہاں کے اذہان شاہ پرستی کے عادی ہو چکے تھے وہ اسلامی مساوات وجمہوریت کو اتنی آسانی سے قبول نہ کر سکتے تھے۔ کسروی ملوکیت میں نسلی جانشینی اور شاہی اختیارات کی جو روایت چلی آ رہی تھی وہ اتنی جلدی بدل نہیں سکتی تھی، ان کا جذبہ

تو اسلامی ہی ہوگا لیکن عقیدۂ ظل اللہ کی پیاس اُن کے اندر ایک خلا پیدا کر رہی تھی۔ لہٰذا اس کا بدل "امامت" کو بنا لیا گیا۔ دونوں میں سیاست اور روحانیت کا فرق تو رہا لیکن جذبہ وہی کام کر رہا تھا۔ یہاں بھی وہی آمریت اور وہی تسلیت روحانی لبادہ اوڑھ کر سامنے آگئی اور عقیدہ بن گئی۔

معاملہ یہیں تک رہتا تو غنیمت تھا لیکن اس میں ایک قسم کا ڈرامہ بھی شامل ہوگیا اور وہ یہ کہ ایک امام صاحب سامرّہ میں غائب ہو گئے جن کا تقریباً ہزار سال سے انتظار کیا جا رہا ہے اور آج تک انھوں نے ظہور نہیں فرمایا۔ عیسائیوں کا بھی یہ عقیدہ رہا ہے کہ کسی آڑے وقت میں حضرت مسیحؑ آسمان سے نازل ہو کر سب کچھ ٹھیک کر لیں گے اور آج دُنیا تقریباً دو ہزار سال سے اُن کا بھی انتظار کر رہی ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ ہر پٹی ہوئی قوم کسی غائب کا سہارا لیا کرتی ہے اور یہ مشہور کرتی ہے فلاں صاحب مرے نہیں ہیں بلکہ پوشیدہ طریقے سے مقابلے کی تیاری کر رہے ہیں اور عنقریب وہ ظاہر ہوں گے۔ میرے ایک دوست مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم سے ایک شخص عظیم آباد پٹنہ میں ملا۔ جو بی۔ اے تھا اور صادق پور (پٹنہ) کا رہنے والا اہلِ حدیث تھا۔ اس نے کہا کہ: "اجی یہ جو آجکل فقیر اے پی کا بڑا چرچا ہے یہ کہیں سید احمد صاحب بریلوی تو نہیں؟" مولانا مسعود عالم اس کی زبان سے یہ سُن کر حیران رہ گئے اور دیر تک سوچتے رہے کہ یا اللہ! تعلیم یافتہ حضرات بھی اس روشنی کے دَور میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سید صاحب ابھی تک زندہ ہیں اور وہ خروج فرمائیں گے۔ ہم نے انور پاشا کے متعلق بھی عرصۂ دراز تک لوگوں کو اسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا پایا۔ سبھاش چندر بوس اور ہٹلر کے بارے میں بھی ایک مدت تک یہی غلط فہمی پھیلی رہی۔ اگر یہ لوگ بھی سید احمد صاحب کی طرح کچھ تقدس کے مالک ہوتے تو ان کی اُمت بھی یہی عقیدہ بنا لیتی کہ وہ زندہ ہیں اور کبھی نہ کبھی نکلیں گے۔ اس قسم کی باتیں حوصلے بلند کرنے کے لیے یا عارضی سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لیے قومی نقطۂ نگاہ سے تو شاید صحیح قرار دی جائیں لیکن اسے عقیدہ بنا لینے کا اثر بالکل اُلٹا نکلتا ہے

اور قوم اپنے قوائے عمل کو "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کے انتظار میں معطل کرکے بیٹھ جاتی ہے اور کسی کے ظہور کے انتظار میں نتیجے کا الٹا ظہور ہوتا ہے۔

پھر یہ عجیب بات ہے کہ ظہور مہدی کو ناقابلِ اعتبار روایات نے بہت سے مہدی پیدا کر دیے مہدی سوڈانی، مہدی جونپوری اور مہدی پنجابی وغیرہ کئی دعویداران مہدویت پیدا ہوئے اور کمال یہ ہے کہ مہدئ منتظر کی جو کارگزاریاں روایتوں میں بیان ہوئی ہیں ــــ کہ وہ تسخیرِ عالم کرے گا اور دنیا میں امن، سلامتی اور خوش حالی پیدا کر دے گا اور وہ نزولِ مسیح اور قتلِ دجال کے بعد ظاہر ہوگا وغیرہ وغیرہ ان میں سے کوئی بات ان مہدیوں کے حق میں پوری نہ ہوئی صرف دعوائے مہدویت باقی رہ گیا۔

لیکن اس دعوائے مہدویت کا آغاز کب سے ہوا اور کس نے کیا؟ یہی ہے وہ سوال جو اس مضمون کا اصل موضوع ہے۔ اس سوال کے جواب کو ایک اثنا عشری مؤرخ محمد بن علی بن طباطبا المعروف بہ ابن طقطقی کی زبان سے سنیے۔ وہ اپنی مشہور عالم اور جامع تاریخ "الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیہ" میں یوں لکھتا ہے:

"وکان النفس الزکیۃ من سادات بنی ہاشم ورجالہم فضلاً وشرفاً ودیناً وعلماً وشجاعۃ وفصاحۃ وریاسۃ وکرماً وہمۃ ونبلا ۔ وکان فی ابتداء الامر قد شیع بین الناس انہ المہدی الذی بشر بہ ۔ واثبت ابوہ ہذا فی نفوس طوائف من الناس ۔ وکان یروی ان الرسول صلوات اللہ علیہ وسلامہ قال: لو بقی من الدنیا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث فیہ مہدینا او قائمنا اسمہ کاسمی واسم ابیہ کاسم ابی ــ اما الامامیۃ فیروون ہذا الحدیث خالیاً من "واسم ابیہ کاسم ابی"۔

فکان عبد اللہ المحض یقول للناس عن ابنہ محمد ہو المہدی الذی بشر بہ ۔ ہذا محمد بن عبد اللہ ۔ ۔ ۔ الخ

نفس زکیہ (محمد بن عبد اللہ المحض بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب) اپنے فضل، شرف، دین، علم،

شجاعت، فصاحت، اثر، شرافت اور دانائی کے لحاظ سے بنی ہاشم کے چوٹی کے لوگوں میں شمار ہوتے تھے ابتدا میں انھوں نے لوگوں میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ میں ہی وہ مہدی ہوں جس کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کے والد عبداللہ محض نے بہت سی ٹولیوں کے دلوں میں یہی بات جما دی تھی۔ وہ یہ روایت بیان کرتے تھے کہ آنحضور صلعم نے فرمایا ہے کہ: اگر دنیا ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دے گا تا آنکہ وہ اس دن ہمارے مہدی یا قائم کو بھیجے گا۔ اس کا نام میرے نام جیسا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا فرقۂ امامیہ بھی اس روایت کو بیان کرتا ہے لیکن اس میں یہ ٹکڑا نہیں کہ "اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا"

عبداللہ محض اپنے فرزند محمد کے بارے میں لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ یہی ہے وہ مہدی جس کی بشارت دی گئی ہے۔ یہی ہے محمد بن عبداللہ . . . .

اس دعوائے مہدویت کا نتیجہ اور پھر حشر کیا ہوا! وہ بھی سن لیجیے۔ محمد بن عبداللہ محض (نفس زکیہ) نے اہل مدینہ کو اپنی حمایت میں لے کر مدینے پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ منصور عباسی نے جو مدینے کا امیر مقرر کیا تھا اُسے معزول کر کے اپنا عامل و قاضی مقرر کیا۔ قید خانوں کے دروازے توڑ کر تمام قیدیوں کو باہر نکال لیا۔ پھر ایک عرصے تک منصور اور نفس زکیہ کے درمیان ایسی دلچسپ خط و کتابت ہوتی رہی جو خطابت و کتابت اور ادب کا شاہکار ہے۔ اس میں ہر ایک نے اپنے اپنے استحقاقِ خلافت کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ آخر میں منصور نے اپنے برادر زادے موسیٰ بن عیسیٰ کو ایک بھاری لشکر دے کر روانہ کیا۔ مدینے سے قریب ہی ایک جگہ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ منصور کو فتح ہوئی اور نفس زکیہ قتل کیے گئے۔ اور ان کا سر منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ ۱۴۵ھ کا واقعہ ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، یہ عجیب مہدی ہے جو صرف اسمی مناسبت سے مہدی بن گیا اور مہدی کا کوئی کام نہ کیا۔ نہ دجال ظاہر ہوا نہ مسیح نے ظاہر ہو کر دجال کو قتل کیا۔ نہ تسخیرِ عالم ہوئی نہ دنیا میں امن سلامتی اور خوش حالی پیدا ہوئی، کچھ بھی نہ ہوا بلکہ وہ الٹا خود قتل ہوا اور اس کا سر منصور کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ اس ہزیمت و شکست کے باوجود وہ مہدی تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ محض ایک ناکام سیاسی مقصد حاصل کرنے کے لیے آمدِ مہدی کی یہ حدیث

کھڑ لی گئی تھی۔ اور اگر یہ حدیث صحیح تھی تو مہدویت کا یہ مدعی اپنے علم و فضل، شجاعت و فصاحت دانائی و بزرگی وغیرہ کے باوجود اپنے دعوئے مہدویت میں سچا ثابت نہیں ہوتا بلکہ "نفس زکیہ" کا لقب بھی اُسے زیب نہیں دیتا۔ پھر لطف یہ ہے کہ جناب حسنؓ بن علی کا پوتا عبداللہ المحض بھی محض بر خود غلط نظر آتا ہے جو اپنے فرزند نفس زکیہ کو مہدی موعود ثابت کرنے میں سارا زور صرف کر دیتا ہے یہ تھا مہدئ اوّل۔ لیکن اس کے بعد بھی جتنے مدعیانِ مہدویت پیدا ہوئے اُن کا بھی یہی انجام ہوا اور ناکامی و نامرادی میں وہ بھی اس مہدی اوّل کے مثیل ثابت ہوئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ سارے مہدیان کرام یہیں دُنیا میں پیدا ہوئے، یہیں پرورش پائی، یہیں بڑھے لیکن مہدئ آخرالزماں کسی غار میں غائب ہو گئے اور وہیں ابھی تک تقریباً ہزار سال سے تیاریاں کر رہے ہیں اور خدا جانے کب تک کرتے رہیں گے۔ اس سائنس کے دور میں یہ مسئلہ بھی قابلِ غور ہے۔

ادارہ کی نئی مطبوعات

اقبال کا نظریۂ اخلاق

مصنفہ پروفیسر سعید احمد رفیق

قیمت : چار روپے

مسلمانوں کے سیاسی افکار

مصنفہ : پروفیسر رشید احمد

اسلامی سیاسیات پر مسلم مفکرین کے نظریات کی مکمل تاریخ

صفحات ۴۴۰ —— قیمت ۵/۷۵ روپے

ملنے کا پتا:

سیکرٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، نرسنگھ داس گارڈنز، کلب روڈ، لاہور